Journal of World Religions and Interfaith
ISSN: 2958-9932 (Print), 2958-9940 (Online)
Vol. 3, Issue 2, Fall (July-December) 2024, PP. 78-94
HEC:https://www.hec.gov.pk/english/services/faculty/journals/Documents/Merged%20policy%20and%20recognised%20list%202024.pdf
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/203
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3382
DOI: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3382
Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title The Significance of Hajj Rituals in the Modern Age: An Overview

Author (s): **Dr. Imran Sajid**
Assistant Professor, University of Engineering and Technology (KsK Campus) Lahore.

Dr. Rashid Munir
Assistant Professor, University of Engineering and Technology (KsK Campus) Lahore.

Received on: 26 July, 2024
Accepted on: 10 December, 2024
Published on: 31 December, 2024
Citation: Dr Imran Sajid, & Dr. Rashid Munir. (2024). The Significance of Hajj Rituals in the Modern Age: An Overview . *Journal of World Religions and Interfaith Harmony*, *3*(2), 78–94. Retrieved from https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3382

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

دورِ جدید میں مناسکِ حج کی معنویت: ایک جائزہ

The Significance of Hajj Rituals in the Modern Age: An Overview

Dr. Imran Sajid
Assistant Professor
University of Engineering and Technology (KsK Campus) Lahore.
Email: Imran.sajid@uet.edu.pk

Dr. Rashid Munir
Assistant Professor
University of Engineering and Technology (KsK Campus) Lahore.
Email: rashid.munir@uet.edu.pk

Abstract

Images of the yearly Hajj (annual pilgrimage to Makkah) continue to capture the attention of the world. As people witness the synchronization of actions and purpose of millions of pilgrims, they experience amazement and wonderment. People often ask, "Why is the Hajj important?" or "What is the purpose of pilgrimage rituals in this day and age?" In this paper, we discuss the power of rituals in general and focus on the various benefits and significance of the Hajj rituals in particular. In the course of this discussion, we embark on a whirlwind tour of relevant material from anthropology, psychology, theology, jurisprudence, exegesis, philosophy, and-most importantly-Islamic spirituality.

Keywords: Hajj Significance, Pilgrimage Rituals, Modern Relevance, Islamic Spirituality

Keywords: Hajj Significance, Pilgrimage Rituals, Modern Relevance, Islamic Spirituality

موجودہ دور میں ایک تاثر یہ ہے کہ عبادات تاریک دور(Dark ages) کی ایک یادگار ہیں، جنھیں جدید ترقی یافتہ معاشروں نے صنعتی انقلاب کے بعد خیر باد کہہ دیا ہے۔ بہت سے لوگوں کے نزدیک، مادی فائدہ ہی سب سے اہم چیز ہے اور وہی انسانی رویے کا واحد قابلِ قبول مقصد ہے۔ سماجی علوم کی ماہر کترین بیل(Catherine Bell) کا کہنا ہے کہ، "یہ عام تصور کہ جدیدیت کے ساتھ ساتھ عبادات اور مذہب کمزور پڑ جاتے ہیں، 19 ویں صدی کے وسط سے ایک سماجی حقیقت بن چکا ہے۔"[1] اسکالر شیلارک(Schilbrack) کے مطابق: "ابتدائی ذہنوں کو اپنے خوف پہ قابو پانے اور ان چیزوں کو 'سمجھنے' کے لیے عبادات کی ضرورت ہوتی تھی جو فہم سے بالا ہوتی تھیں، لیکن عقل کے ارتقاء اور جدید سائنس کی ترقی کے باوصف ہم نے ان طریقوں کو قدرتی طور پر ترک کر دیا ہے۔"[2] یہ تصور عام تھا کہ عبادات غیر ضروری ہیں کیونکہ وہ ان پہلوؤں سے وابستہ نہیں تھیں جن کا مشاہدہ مادی دنیا میں کیا جا سکتا ہے۔ تعلیم یافتہ اور دانشور طبقے کے کچھ لوگوں کے ہاں عبادات کو زندگی میں جگہ دینا غیر ضروری عمل سمجھا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں، عبادات غیر معقول بھی قرار پائی تھیں، کیونکہ ان سے مادی فوائد حاصل نہیں ہوتے تھے۔ کسی بھی قسم کا مادی فائدہ حاصل کیے بغیر وسائل جیسے پیسہ، وقت اور توانائی خرچ کرنا عہد رفتہ کی یادگار سمجھا جاتا تھا۔[3]

اسلامی عبادات کا مقصد

مسلم دنیا میں، عبادات یا مذہبی رسومات صدیوں سے علماء اور فقہاء کی علمی توجہ کا مرکز رہی ہیں۔ تاہم ان عبادات کے مقصد اور اصل روح کے بجائے ان کے عملی پہلوؤں اور طریقہ کار کو سمجھنے پر توجہ زیادہ مرکوز رہی ہے۔ فقہاء ان عبادات کو مختلف زمروں میں بانٹتے اور یہ یقینی بنانے کی کوشش کرتے ہیں کہ انہیں صحیح طریقے سے انجام دیا جا رہا ہے۔ بلاشبہ، اسلامی عبادات کے پیچھے جو بنیادی مقصد اور روح ہے وہ انتہائی اہم ہے، خاص طور پر جب ہم حج کے مخصوص اعمال اور ان اعمال کے ذریعے حاجیوں میں جن جذبات کو بیدار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ان پر غور کرتے ہیں۔

لفظ 'عبادت' 'عبد' سے مشتق ہے، جس کا مطلب خادم یا غلام ہے۔ 'لسان العرب' کے مطابق، 'عبد' کی اصل 'عاجزی' یا 'فرمانبرداری' ہے۔ اس لفظ کی وضاحت ایک قدیم عربی محاورے 'الطریق المعبد' سے کی جاتی ہے، جس کا مطلب ایسا راستہ ہے

[1] Bell, C. M. (1997). Ritual: Perspectives and dimensions. Oxford University Press, 252.
[2] Kevin Edward Schilbrack, Thinking through rituals: Philosophical perspectives (New York: Routledge, 2004), 72.
[3] Bell, C. M. (1997). Ritual: Perspectives and dimensions. 198, 254.

جو 'عبد' ہے، یعنی وہ راستہ جو مسلسل استعمال سے ہموار اور کھلا ہو چکا ہے۔ گویا یہ بتایا جا رہا ہے کہ عبادت کا راستہ بھی اسی طرح مسلسل اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے ہموار ہوتا ہے۔[4]

یہی وہ معانی ہیں جن کے ذریعے مسلم علماء نے 'عبودیۃ' (Servitude) اور 'عبادت' (rituals) کے تصورات کو سمجھا ہے، جو ایک ہی لفظ 'عبد' سے اخذ کیے گئے ہیں۔ یہ بات اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تصورات کی وضاحت کے لیے کوئی اور اصطلاحات بھی استعمال کر سکتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے اور مومن کے درمیان تعلق کو لفظ 'عبد' سے مشتق الفاظ کے ذریعے بیان کرنا پسند کیا۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس نکتے کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

> "'عبادت' دراصل محبتِ الٰہی اور عاجزی کا حسین امتزاج ہے۔ عبادت میں بندہ اپنے رب سے بے پناہ محبت کا اظہار کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے سامنے سرِ تسلیم خم بھی رکھتا ہے۔ یوں ایک سچا 'عبد' وہ ہے جو اپنے معبود کے سامنے محبت اور عاجزی کا مظاہرہ کرتا ہے۔"[5]

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعریف کی وضاحت یوں کی ہے کہ

> "عبادت محبت کی سب سے بلند منزل ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور قول ہے: "عشق نے اسے یوں غلام بنا لیا جیسے کہ وہ پراپرٹی ہو" اور یہی حقیقی الٰہی محبت ہے۔[6]

دونوں تعریفات میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلم سکالرز نے صدیوں سے عبادات [rituals] اور جذبات کے درمیان رابطے پر زور دیا ہے۔ اس مفہوم [concept] کے مطابق، عبادت کی ظاہری شکل اس وقت تک پوری طرح سے معنی خیز نہیں ہوتی جب تک وہ مطلوبہ جذبات (خاص طور پر اللہ سے محبت اور اس کے سامنے انکسار) کو بیدار نہ کرے۔

اسلامی عبادات اپنے ظاہر کے ساتھ باطنی معانی بھی رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمان فقہاء کے مابین نماز کے کسی خاص عمل یا جسمانی پوزیشن کے بارے میں اختلاف ہوتا، اور اس بارے میں کوئی واضح حدیث دستیاب نہیں ہوتی تھی تو وہ اس طریقہ

---

[4] ابن منظور، لسان العرب، (بیروت: دار صدر، 1955ء)، 3 : 274

[5] ابن تيمية، جامع الرسائل، (الرياض: دار العطاء، 2001ء)، 2 : 284

[6] ابن القيم، مدارج السالكين (بيروت: دارالكتب العربي، 1996ء)، 3:28

کو اختیار کرتے جسے اللہ تعالیٰ کے سامنے زیادہ انکسار کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ مسلمان علماء اس بات کو سمجھتے تھے کہ ہر عبادت کے پیچھے ایک گہرا اور علامتی مطلب ہوتا ہے، ہر عمل کی ایک وجہ ہوتی ہے۔

نماز ہمارے جسم کی زبان ہے جیسے تسبیح ہماری گفتگو کی زبان ہے۔ جسم کا سر بسجود ہو جانا اس بات کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد اور سب سے بڑا مالک ہے۔ شہادت کے ذریعے ہم اس عاجزی کی گواہی دیتے ہیں۔

حج کے اعمال: ابراہیم علیہ السلام کی یادگار

قرآن کریم میں، حج کی کہانی کے مرکزی کردار کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بار بار حوالہ دیا جاتا ہے۔ قرآن میں سورۃ الحج کی آیت 22:26 میں انہیں خانہ کعبہ کی جگہ تک ہدایت دیئے جانے اور سورۃ انبیاء کی آیت 21:27 میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کا ذکر ملتا ہے۔ احادیث میں، حج کے اعمال کو صراحت کے ساتھ "حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے چلی آنے والی روایتوں میں سے ایک" (إرث إبراهيم) کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔[7]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت کو جاننا حج کے اعمال کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے کلید کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ مناسک زائرین کو ایک عظیم الشان مشترکہ تاریخ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کے مقدس ورثے سے وابستہ کر دیتے ہیں۔

اسی وجہ سے قبل از اسلام عرب بھی حج ادا کیا کرتے تھے، حالانکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیغام توحید کو چھوڑ چکے تھے۔ حج انہیں ان کے آباؤ اجداد، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جوڑتا تھا، حالانکہ وہ متعدد خداؤں کو ماننے والے (مشرک) تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔

تاہم، یہ حج کے اعمال کے ایک بڑے اور کلیدی مقصد کی نشان دہی کرتا ہے۔ یہ حج ایک مشترکہ تاریخ، روایت اور کمیونٹی سے جڑنے کا ذریعہ ہے۔ حج کے اعمال اور اُس کے مناسک کی ادائیگی کے ذریعے، حاجی اربوں لوگوں کی تاریخ سے جڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سب سے پہلے لوگوں کو فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے بلاوا دینے کا حکم دیا تھا (سورہ حج، آیت 22:27)۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے اپنے خاندان کے علاوہ بہت کم ماننے والوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ قرآن، انہیں "اپنی ذات میں ایک امت" کے طور پر بیان کرتا ہے، جو ان کی تنہائی اور لوگوں کی ان کی دعوت قبول نہ کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے (سورہ نحل، آیت 16:120)۔

---

[7] النسائي، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعيب. سنن النسائي. كتاب مناسك الحج، باب رفع اليدين في الدعاء بعرفة، حديث رقم 3014

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حج کے لئے لوگوں کو بلانے کی صدا کا جواب صدیوں بعد دیا گیا، دنیا کے کونے کونے سے لاکھوں لوگوں نے ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کر کے اس فریضہ کو قبول کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر امید، خوش بینی اور اعتماد کا ایک پیغام ہے۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ کی مرضی سے کیسے مشکل ترین نتائج کو بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

حج ایک وسیع تر قوم اور کمیونٹی سے جڑنے کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔ یہ حج کا ایک عظیم الشان پہلو ہے کہ لاکھوں لوگ، مرد اور عورت، مختلف نسل، قومیت اور عمر کے حامل افراد، مشترکہ مقصد سے تحریک پا کر حج کے مناسک اور اعمال کو ہم آہنگ کر کے ادا کرتے ہیں۔ یہ حاجیوں کو ایک ایسا روحانی تجربہ فراہم کرتا ہے جس میں وہ ایک دوسرے کے حقیقی بھائی اور عزیز محسوس کرتے ہیں، جو کسی اور طریقے سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

اس سلسلے میں سب سے قابلِ ذکر بات میلکم ایکس (Malcom X) کی گواہی ہے۔ وہ اپنی سفید فام دشمنی کے لیے جانے جاتے تھے، لیکن حج کے روحانی سفر کے تجربے کے بعد انہوں نے ان میں سے اکثر خیالات کو ترک کر دیا۔ وہ اکثر مکہ مکرمہ میں حج کے دوران ہونے والی تبدیلی کے بارے میں بات کرتے تھے اور حج کے بعد لکھے گئے اپنے خط میں اس تبدیلی کی نوعیت کو یوں بیان کرتے تھے:

> "وہاں ہزاروں کی تعداد میں زائرین تھے جو دنیا کے مختلف گوشوں سے آئے تھے۔ وہ تمام رنگوں اور نسلوں کے لوگ تھے، جن میں نیلی آنکھوں، سنہرے بالوں والے لوگوں سے لے کر کالی رنگت کے افریقی باشندے تک شامل تھے۔ لیکن ہم سب ایک ہی مقدس رسم میں برابر کے شریک تھے، یہ ایک ایسے اتحاد اور اخوت کا مظاہرہ تھا جس کے بارے میں امریکہ میں رہتے ہوئے سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ گذشتہ گیارہ دنوں میں، یہاں مسلم دنیا میں، میں نے ایک ہی برتن سے کھایا، ایک ہی گلاس سے پیا، اور ایک ہی بستر (یا ایک ہی چٹائی) پر سوتا تھا۔ اس دوران میں نے اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ ایک ہی اللہ کی عبادت کی، جن کی آنکھیں آسمانی رنگ کی تھیں، بال سنہرے تھے اور رنگت سفید تھی۔ اور ان 'گورے' مسلمانوں کے الفاظ، اعمال اور کردار میں، مجھے وہی خلوص محسوس ہوا جو مجھے نائجیریا، سوڈان اور گھانا کے سیاہ فام مسلمانوں میں محسوس ہوا تھا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب مجھے احساس ہوا کہ ہم سب حقیقتاً ایک جیسے ہی ہیں— بھائی ہیں۔"[8]

[8]Malcolm X's (Al-Hajj Malik El-Shabazz) Letter from Mecca, accessed August 17, 2017, http://islam.uga.edu/malcomx.html.

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کیسے حج کے ارکان اور مناسک گہرے انسانی جذبات کو ابھارتے ہیں اور مثبت تبدیلی کی وجہ بنتے ہیں۔ یہ ہمیں اپنے سے بڑے ایک مقصد، اپنی برادری سے بڑی ایک وسیع تر اسلامی برادری، اور عظمت کی ایک تاریخ اور ورثے سے جوڑتے ہیں۔

ارکانِ حج کی معنویت

جیسا کہ ہم نے پہلے تذکرہ کیا کہ اسلامی عبادات کسی مقصد کے بغیر نہیں ہوتیں، حج کے ارکان اور مناسک بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ قرآن مجید میں بالبداہت کہا گیا ہے کہ حج کا مقصد یہ ہے کہ دلوں کو اللہ کی طرف مائل کیا جائے، یعنی یہ مناسک ہمارے اندرونی جذبات اور احساسات پہ دستک دیتے ہیں۔ یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا میں بھی موجود ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے بعد میں حج کے حکم کے ذریعے پورا کیا:

رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ[9]

”پروردگار، میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے پروردگار، یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو اِن کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے، شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔“

اس طرح، حج کے ہر ایک رکن اور عمل کا بغور جائزہ لے کر ہم ان عبادات کے اندر موجود روحانی معنوں کو دریافت کر سکتے ہیں۔ حج کے ہر ایک عمل میں وہ گہری معنویت پوشیدہ ہے جو الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ آیئے اسی تناظر میں حج کے ارکان و مناسک کا جائزہ لیتے ہیں:

طواف کی معنویت

طواف کے لغوی معنی چکر لگانے کے ہیں، خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانا حج اور عمرہ کی اہم عبادت ہے۔ خانہ کعبہ اہل اسلام کے لیے زمین پر اللہ تعالیٰ کا سب سے مقدس مقام ہے اور طواف حج کے ارکان میں سب سے نمایاں عمل ہے۔ حج کے موقع پر لاکھوں زائرین خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔

---

[9] سورۃ ابراھیم: 37

یہ کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ زمین پر خدا کی عبادت کے لیے تعمیر کیا جانے والا پہلا گھر ہے۔ یہ وہ پہلا مقدس مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا مظہر ہے۔ قرآن مجید خانہ کعبہ کو "مثابۃ" (جائے پناہ) اور "البیت" (یعنی اللہ کا گھر) کے طور پر بیان کرتا ہے (قرآن 2:125)۔ اس لحاظ سے، خانہ کعبہ کی موجودگی اپنے اندر ایک خاص روحانی فائدہ رکھتی ہے۔ یہاں آنے والے ایمان والوں کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ اپنی روحانی طاقت کو دوبارہ سے توانا کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط بنائیں۔ امام ابو حامد الغزالی (وفات 505 ہجری) نے اس بارے میں لکھا ہے:

خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنا ایک قسم کی دعا ہے۔ اس لیے طواف کے دوران اپنے دل کو اسی تعظیم، خوف، امید اور محبت سے بھریں جس کا ذکر ہم نے نماز کی کتاب میں کیا ہے۔ اور جان لیں کہ اپنے طواف میں آپ فرشتوں کی تقلید کر رہے ہیں جو عرش الٰہی کا طواف کرتے ہیں۔ اور یہ گمان نہ کریں کہ یہ صرف آپ کے ظاہری جسم کا طواف ہے، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد کے ساتھ طواف کرائیں، یہاں تک کہ آپ کی زندگی کے تمام خیالات اللہ کی یاد کے ساتھ شروع ہوں اور اسی پر ختم ہوں، بالکل اسی طرح جیسے حج کا آغاز اور اختتام طواف سے ہے۔ اصل اور حقیقی طواف اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے احساس کے ساتھ دلی طواف ہے۔ خانہ کعبہ کے گرد جسمانی طور پر طواف کرنا اس روحانی عمل کی ظاہری دنیا میں ایک علامتی نمائندگی ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ہمارا جسمانی وجود روحانی دل (قلب) کی دنیا میں ایک نمائندگی ہے۔[10]

بہت سے غیر مسلم یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمان خانہ کعبہ کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں استعمال ہونے والی اشیاء میں فی نفسہٖ کوئی تقدس نہیں ہے۔ اصل اہمیت اس کے مقام و مرتبہ میں ہے، یہ قبلہ و کعبہ ہے، وہ سمت جس طرف مسلمان نماز میں رخ کرتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے ابتدائی دورِ رسالت میں مسلمان مسجد اقصیٰ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ اہم یاد دہانی کروائی ہے کہ جسمانی سمت اور عمارتیں بذاتِ خود مقدس نہیں ہیں۔ بلکہ، ان کی تقدیس اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اہمیت عطاء فرمائی ہے۔

لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُواۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُواۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ[11]

[10] الغزالي، إحياء علوم الدين (بيروت: دار ابن حزم، 2005)، ص. 318

[11] سورۃ البقرۃ، 177

"نیکی یہ نہیں ہے کہ اپنا رخ مشرق اور مغرب کی طرف کر لو بلکہ نیکی اس شخص کا حصّہ ہے جو اللہ اور آخرت ملائکہ اور کتاب پر ایمان لے آئے اور محبت خدا میں قرابتداروں یتیموں مسکینوں غربت زدہ مسافروں سوال کرنے والوں اور غلاموں کی آزادی کے لئے مال دے اور نماز قائم کرے اور زکوٰادا کرے اور جو بھی عہد کرے اسے پورا کرے اور فقر وفاقہ میں اور پریشانیوں اور بیماریوں میں اور میدانِ جنگ کے حالات میں صبر کرنے والے ہوں تو یہی لوگ اپنے دعوائے ایمان واحسان میں سچے ہیں اور یہی صاحبان تقویٰ اور پرہیز گار ہیں۔"

اسی طرح، طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینا توبہ اور ندامت کا ایک علامتی عمل ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا، "اللہ کی قسم، میں جانتا ہوں کہ تم محض ایک پتھر ہو، اور اگر میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہیں بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا، تو میں بھی تمہیں بوسہ نہ دیتا۔"[12]

طواف کا عمل مومنوں کو یہ یاد دلاتا ہے کہ جس طرح کعبہ عبادت کے مناسک کا مرکز ہے، اسی طرح اللہ کو بھی ہماری زندگیوں کا مرکز ہونا چاہیے۔ یہ ایک بندگی اور عاجزی کا عمل ہے جو اس بات کا اقرار ہے کہ مومنوں نے اپنی مرضی سے اللہ کو اپنی عبادت کا مرکز بنایا ہے، اور چاہے ہم اس حقیقت کو تسلیم کریں یا نہ کریں، ہماری پوری زندگی اللہ کے گرد ہی گھومتی ہے۔

سعی کی معنویت

سعی صفا اور مروہ کی دو پہاڑیوں کے درمیان چلنے کا عمل ہے۔ یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کی یاد دہانی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم پر انہیں ایک بے آب و گیاہ صحراء میں چھوڑ دیا تھا۔ ہاجرہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ کیوں انہیں اور ان کے بچے کو بے آب و گیاہ صحراء میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب نہ دیا، جب تک کہ ہاجرہ علیہا السلام نے پوچھا، "کیا اللہ نے آپ کو یہ کرنے کا حکم دیا ہے؟" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اثبات میں جواب دیا اور ہاجرہ علیہا السلام نے اللہ پر مکمل اعتماد کے ساتھ کہا، "اس صورت میں، اللہ ہمیں کبھی نہیں چھوڑے گا۔"[13]

---

[12] مسلم بن الحجاج. صحيح مسلم. كتاب الحج، بَابُ اسْتِحْبَابِ تَقْبِيلِ الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ ، حديث رقم 1270

[13] البخاري، محمد بن إسماعيل. صحيح البخاري. كتاب أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: "وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا"، حديث رقم 3364

حضرت ہاجرہ اپنے شیر خوار بچے کے پاس واپس آ گئیں۔ اور جب بچہ بھوک سے بلکنے لگا تو انہوں نے صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا شروع کر دیا، کسی ایسی چیز کی تلاش میں جو ان کی مدد کر سکے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے مایوسی کے عالم میں سات بار دونوں پہاڑوں کے درمیان دوڑ لگائی۔ پھر انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنے بچے کے قدموں کے پاس دیکھا، جنہوں نے اپنی ایڑی زمین پر ماری، اور پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا جو بعد میں زمزم کے نام سے معروف ہوا۔ ازاں بعد، قبیلہ جرہم کے لوگ وہاں آ کر آباد ہوئے اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے اجازت لے کر آب زم زم استعمال کرنے لگے۔ اس طرح مکہ شہر وجود میں آیا۔

صفا وہ مقام ہے جہاں سے حج کے رکن 'سعی' کا آغاز ہوتا ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی کہانی حج کی روایت کو سمجھنے میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی کہانی بے مثال عقیدت، یقین، اور اللہ پر کامل بھروسے کی ایک عمدہ مثال ہے۔ ایک ماں کا اپنے شیر خوار بچے کے ساتھ بے آب و گیاہ صحراء میں چھوڑے جانے کو اللہ کی مرضی سمجھ کر قبول کرنا، اللہ پر کامل بھروسے کی بہترین مثال ہے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا پہاڑوں کے درمیان دوڑنا، جو آج بھی حاجی کرتے ہیں، ہمیں اس بات کی یاد دلاتا ہے کہ ہمیں اللہ کی مدد کی کتنی ضرورت ہے۔ ایک عالم نے کہا تھا: ”یہ جان لو کہ سمندر میں پھنسے ہوئے شخص کو، جو ایک تختے سے لپٹا ہوا ہے اور لہروں کی زد میں ہے، اللہ کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ تمہیں۔“ یہ ہمیں شعور دلاتا ہے کہ اللہ کی مدد کے بغیر، ہم سمندر میں پھنسے یا بے آب و گیاہ صحراء میں بھٹکنے سے بھی بدتر حالت میں ہوں گے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی مثال ان کی سچی امید اور اللہ کے وعدے پر کامل بھروسے کی بنیاد پہ انتہائی قابل قدر ہے۔ جب حاجی صفا اور مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں، تو وہ حضرت ہاجرہ کے غیر متزلزل ایمان اور ثابت قدمی کو یاد کرتے ہیں، جو انہوں نے اپنی سخت ترین آزمائش کے دوران بھی نہیں کھوئی۔ یہ مومنوں کو یاد دلاتا ہے کہ چاہے وہ کتنی ہی بڑی مشکلات کا سامنا کریں، انہیں ہمیشہ پُر امید رہنا چاہیے اور حل تلاش کرنے کی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ حضرت ہاجرہ جانتی تھیں کہ اللہ کی مدد ان لوگوں کے لئے آتی ہے جو اللہ کے راستے کے لیے محنت اور کوشش کرتے ہیں۔

سعی کی رسم میں ایک منفرد عبادت ہے۔ یہ مناسک اسلام کی بنیاد اور شہر مکہ کے آغاز کی کہانی زبانِ حال سے بیان کرتی ہے۔ باقی تمام مناسک حضرت ہاجرہ کی سعی کے بعد کے واقعات کی یاد دلاتے ہیں۔ اس رسم کی خاص بات یہ ہے کہ ہم اُن حضرت ہاجرہ کی تقلید کرتے ہیں، جو مصر کی ایک غلام تھیں۔ ان کے پاس کوئی مقام، شہرت یا دولت نہیں تھی۔ پھر بھی، ان کی خدا سے

محبت اتنی خاص تھی کہ اللہ نے ان کے ان کی کوشش کو ایک دائمی رکن بنا دیا جسے دنیا بھر کے لوگ اپناتے ہیں۔ ایک نیک عورت، جس کے نقش قدم پر لاکھوں مرد چلتے ہیں۔

سعی ایک عظیم اور قابلِ قدر روایت کی علامت ہے۔ یہ حیران کن ہے کہ ہزاروں سالوں سے، مرد اور عورتیں اُس عام خاتون کے قدموں کی پیروی کرتے ہیں، جس کی حیثیت اس کے خدائی تعلق اور جسمانی قربانی کی وجہ سے بلند ہوئی۔ اس خاتون کا جذبہ، وفاداری اور خلوص اس عمل میں نمایاں ہیں۔

علاوہ ازیں، جیسے حج کے تمام مناسک کا آخرت کے واقعات سے ایک گہرا تعلق ہے، ویسے ہی سعی کا عمل بھی قیامت کے دن ہماری حالت سے منسلک ہے۔ امام ابو حامد الغزالی وضاحت کرتے ہیں کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا عمل قیامت کے دن نیکیوں اور بدیوں کے ترازو سے منسلک ہے۔[14]22 ہر انسان کی زندگی میں نیکیوں اور بدیوں کا ملا جلا معاملہ ہوتا ہے۔ جیسے ان دو پہاڑوں کے درمیان دوڑنا ہماری زندگی کے ان دونوں پہلوؤں کی نمائندگی کرتا ہے اور ہماری امید ہے کہ قیامت کے دن ہماری نیکیاں ہماری بدیوں پر غالب آئیں گی۔

یوم عرفہ کی معنویت

عرفات مکہ کے مشرق میں واقع پہاڑی سلسلے اور اس کے ارد گرد کے میدانوں کا نام ہے۔ یوم عرفہ اسلامی تقویم کے مطابق ذوالحجہ کے نویں دن کو کہتے ہیں۔ اس دن حاجی عرفات کے پہاڑ اور اس کے ارد گرد کے میدانوں میں جمع ہوتے ہیں اور غروب آفتاب تک اللہ سے مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ یہ دن حاجیوں کے لئے بے حد اہم ہے اور اس کا مقصد اللہ کے قریب ہونا اور گناہوں کی معافی طلب کرنا ہوتا ہے۔

حج کے مناسک اور عبادات کو عام طور پر ایک مخصوص وقت کے دوران مکمل کرنا ہوتا ہے۔ یوم عرفہ پر عرفات میں جمع ہونا وہ عمل ہے جس میں تمام حاجی ایک ہی جگہ، ایک ہی وقت پر جمع ہوتے ہیں اور ایک ہی کام انجام دیتے ہیں۔ درحقیقت، نبی کریم ﷺ نے فرمایا، "حج عرفہ ہے"[15]24، یعنی یہ عمل حج میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

---

[14] الغزالي، احياء علوم الدين، ص: 319.

[15] أبو داود، سليمان بن الأشعث. سنن أبي داود. كتاب المناسك، بَابُ مَنْ لَمْ يُدْرِكْ عَرَفَةَ، حديث رقم 1949

یوم عرفہ اسلامی روایت میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ سب سے پہلے، یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت 5:3 نازل کی جو اسلامی شریعت کی تکمیل اور انسانیت کے لئے حتمی قوانین کی تکمیل کا اعلان کرتی ہے۔ دوسرا، یہ دن عہد کا دن کہلاتا ہے، جو اس وقت کی طرف اشارہ کرتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہر روح سے عہد لیا تھا۔ اس واقعے کا ذکر قرآن میں موجود ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ﴾[16]

"اور اے نبی، لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" انہوں نے کہا "ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں، ہم اس پر گواہی دیتے ہیں" یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ "ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔"

یوم عرفہ بخشش اور اللہ کی رضا کا دن ہے۔ ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ جہنم سے زیادہ بندوں کو آزاد کرتا ہو جتنا یوم عرفہ پر کرتا ہے۔" دوسری روایت میں نبی ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے عرفہ کے لوگوں پر فخر کرتا ہے، (اور کہتا ہے): 'دیکھو میرے بندوں کو، وہ میرے پاس صبح کے وقت آئے ہیں، گرد آلود بالوں کے ساتھ، ہر گہری وادی کو عبور کر کے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انہیں معاف کر دیا ہے۔'"[17]

اس دن کی دعا اور عظیم توبہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی بخشش اتنی وسیع ہے کہ بہت سے علماء اور زاہدین کہتے تھے، "سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی عرفہ میں حاضر ہو اور پھر یہ سمجھے کہ اللہ نے اسے معاف نہیں کیا۔"[18] مومن کا رویہ امید، خوش بینی اور اللہ کے بارے میں مثبت سوچ کا ہوتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ اللہ کی رحمت سب کو گھیرے ہوئے ہے۔

جس طرح عرفہ کو یومِ عہد کے طور پر جانا جاتا ہے، جو انسانیت کی موجودہ زندگی سے پہلے کے دن کی طرف اشارہ کرتا ہے، اسی طرح عرفہ مومن کے تخیل کو آخرت اور قیامت کے دن کی طرف بھی متوجہ کرتا ہے۔ یہ دن مومن کو یاد دلاتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کیا گیا عہد اب بھی قائم ہے۔

---

[16] سورۃ الاعراف: 172

[17] الذهبي، ميزان الاعتدال، (بيروت: دارالمعرفة، 1963) 4 : 381

[18] الغزالي، احياء العلوم، ص: 319

جب حاجی لاکھوں لوگوں کو ایک ہی جگہ اور ایک ہی وقت میں اللہ کی رحمت کے لئے آہ وگریہ زاری کرتے دیکھتا ہے، تو یہ منظر اسے قیامت کے دن کی یاد دلاتا ہے۔ حج کے لباس بھی سادہ سفید چادروں سے بنے ہوتے ہیں، جو کفن کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ سب عناصر مل کر یوم عرفہ کو ایک ایسی یادگار بناتے ہیں جو ہماری موت اور قیامت کے دن کی طرف اشارہ کرتے ہے۔ یہ حاجی کو اللہ کے سامنے اپنے اعمال کے جوابدہ ہونے کی یاد دلاتا ہے اور انہیں اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف راغب کرتا ہے۔

مزدلفہ کی معنویت

عرفات میں دن بھر دعا اور عبادت کرنے کے بعد، حج کا اگلا مرحلہ یہ ہے کہ غروب آفتاب کے بعد عرفات کو چھوڑ کر مکہ کے مضافات میں واقع ایک جگہ مزدلفہ میں رات گزاریں۔ مزدلفہ کا لفظ 'زلفا' سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے قریب آنا یا جمع ہونا، اور یہاں حاجی مکہ سے باہر جمع ہوتے ہیں۔[19] اس مقام پر، نبی کریم ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں[20]، اور پھر اگلی صبح منیٰ کے لئے روانہ ہوئے۔ اس رات حاجی کھلے آسمان تلے سو کر دنیاوی زندگی کی راحتوں اور مشغولیات سے دور رہتے ہیں، اور کھلے مقام پر پتھروں پر لیٹتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ﴾[21]

”پھر جب عرفات سے چلو، تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھیر کر اللہ کو یاد کرو اور اُس طرح یاد کرو، جس کی ہدایت اس نے تمہیں دی ہے، ورنہ اس سے پہلے تم لوگ بھٹکے ہوئے تھے۔“

اس آیت میں جس مقدس مقام کا ذکر ہے، وہ مزدلفہ ہے۔ اس آیت میں مومنوں کو اللہ کو یاد کرنے اور اس کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس طرح اس نے ہمیں ہدایت دی ہے، نہ کہ جہالت کے زمانے کی عبادات کی طرح۔ قبل از اسلام مشرکین نے عرفہ اور مزدلفہ کو اپنی عبادات میں شامل کیا تھا، لیکن اسلامی روایت مومنوں کو غروب آفتاب کے بعد عرفات سے روانہ ہونے

---

[19] ابن منظور، لسان العرب، (بیروت: دار صابر، 1414ھ) 7 : 49

[20] البخاري، محمد بن إسماعيل. صحيح البخاري. كتاب الحج، بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتَطَوَّعْ، حديث رقم 1674

[21] سورۃ البقرۃ: 198

اور سورج کے مکمل طلوع ہونے سے پہلے مزدلفہ سے روانہ ہونے کی ہدایت دیتی ہے۔ اس طرح اسلام نے عہد جہالت کے طریقوں کو بدل دیا اور ایک نیا طریقہ مقرر کیا۔

مزدلفہ میں کھلے چٹانی میدانوں میں سونا قبر کے مراحل کی تمثیل ہے۔ انسانی زندگی عرفات میں اللہ کی رحمت کے لیے دست سوال کے موقع کی طرح مختصر ہے۔ اس کے بعد ہم کچھ وقت بے آب و گیاہ زمین میں گزارتے ہیں، پھر دوبارہ زندہ ہو کر اپنے رب کے پاس لوٹتے ہیں۔ یہ منسک آخرت کے مراحل کی نمائندگی کرتا ہے، ہمیں اللہ کی طرف واپسی کے ناگزیر سفر کی یاد دلاتا ہے۔

قربانی کی معنویت

اضحیہ اُس رسمِ قربانی کو کہتے ہیں جو حج کے موسم میں عید الاضحیٰ کے دنوں میں کی جاتی ہے۔ یہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی دو سالانہ عیدوں میں سے ایک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہدایت دی تھی کہ جانور کو ذبح کرتے وقت اس کے ساتھ احسان کیا جائے، تاکہ اسے کم سے کم تکلیف ہو۔[22] قربانی اللہ کی شکر گزاری اور عقیدت کا مظہر ہے اور دوسروں کے لئے سخاوت کا عمل ہے، کیونکہ قربانی کے جانور کا گوشت غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

عید الاضحیٰ کے مبارک دن مسلمان اپنے خاندانوں کے ساتھ اس کی خوشی مناتے اور دوسروں کے ساتھ بانٹتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حج کے مناسک مقرر کیے گئے تاکہ لوگ مختلف فوائد حاصل کریں اور مقررہ دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں۔ "اُن جانوروں پر جو اللہ نے انہیں فراہم کیے ہیں، ان میں سے کھاؤ اور محتاج اور غریب کو کھلاؤ۔"[23] اس کے چند آیات بعد، "جب جانوروں کو قربان کر لیا جائے، تو ان میں سے کھاؤ اور محتاج اور سوالی کو کھلاؤ۔ اسی طرح ہم نے انہیں تمہارے تابع کر دیا ہے تاکہ تم شکر گزار ہو۔"[24] انسانی خدمت کے جذبے کے تحت، گوشت غریبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

اس رسم کی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشہور قصہ سے ہوتی ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے بیٹے کی قربانی دینے کا حکم دیا۔ یہ کہانی ان تمام مذاہب کے دل کے بہت قریب ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا روحانی پیشوا مانتے ہیں۔ تاہم، اس قصہ پہ کچھ لوگوں نے تنقید بھی کی ہے۔ نئے ملحد نقاد کرسٹوفر ہچنز نے اس کہانی کو مذہب کی خامیوں کی ایک مثال کے طور پر پیش کیا

[22] مسلم بن الحجاج. صحیح مسلم. كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ، بَابُ الْأَمْرِ بِإِحْسَانِ الذَّبْحِ وَالْقَتْلِ، حديث رقم 1955

[23] سورۃ الحج: 28

[24] سورۃ الحج: 36

ہے۔ وہ سوال اٹھاتے ہیں کہ کس طرح کا خدا ایک باپ کو اپنے بیٹے کو مارنے کا حکم دے سکتا ہے؟ کس طرح کا باپ اس حکم کی تعمیل کر سکتا ہے؟ اور کس طرح کا مذہب ایسے آدمی کو عزت دے سکتا ہے جو یہ مانتا ہے کہ خدا نے اسے یہ حکم دیا ہے؟

ان اعتراضات پر غور وخوض ضروری ہے تاکہ اس قصہ کو صحیح طور پہ سمجھا جاسکے۔ بلاشبہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو مطالبہ کیا گیا وہ ایک بہت بڑا امتحان تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی خاطر ہجرت کی، اپنے گھر، املاک کو چھوڑ دیا، اور خدا پر کامل بھروسے کا اظہار کیا، تو انہوں نے دعا کی، "میرے رب، مجھے نیک اولاد عطا فرما،" جس پر اللہ تعالیٰ نے کہا، "تو ہم نے انہیں ایک بردبار بیٹے کی خوشخبری دی۔"[25] ہم صرف تصور کر سکتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کتنی شدید محبت تھی، جو روز بروز بڑھتی گئی، جب تک کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اتنے بڑے نہ ہو گئے کہ اپنے والد کے پیچھے چل سکیں۔ اور تبھی سب سے مشکل حکم آیا —جو ان کے لئے سب سے زیادہ محبوب تھا، اس کی قربانی کا حکم۔

جب ہم اس معاملے کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں، تو ہمیں اسلامی روایت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی سے متعلق کئی اہم خصوصیات ملتی ہیں جو اُس کہانی کے اخلاقی پہلو پر غلط فہمیوں کو بے بنیاد ثابت کرتی ہیں۔ اسلامی علم کا مرکزی عقیدہ بتاتا ہے کہ مخلوق کے لئے بھلائی (Ethics) اور اللہ کی مرضی (Religion) کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے: اس کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں، اور اللہ کبھی بھی کسی انسان کے لئے دکھ یا نقصان کا حکم نہیں دیتے، "بیشک، اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں چاہتا۔"[26]

اس کہانی کے ناقدین جس گہری حقیقت کو نہیں سمجھ سکے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ یقین ہے کہ چاہے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کتنی ہی شدید محبت کیوں نہ رکھتے ہوں، اللہ کی محبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے بہت زیادہ ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ انسان سے اُس کی ماں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے۔[27] حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ اللہ کے احکامات کی پیروی کبھی نقصان کا باعث نہیں بنے گی، اور آخر کار نتائج اچھے ہی ہوں گے چاہے وہ ابھی سمجھ نہ آ رہے ہوں۔ ناقدین اس پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اللہ کے احکام کا یقینی علم تھا اور یہ یقین کہ اللہ کی مرضی اخلاقی اور اچھی ہے۔ اس لئے وہ جانتے تھے کہ اللہ کے احکام کی پیروی کا نتیجہ برا نہیں ہو گا۔ یہ کوئی عام شخص نہیں تھا جو دعویٰ کرتا کہ اللہ نے

---

[25] سورۃ الصافات: 100-101

[26] سورۃ آل عمران: 108

[27] سورۃ الأنبیاء: 69

اس سے بات کی، بلکہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جو آگ کے گڑھے سے بچ کر نکلے تھے،[28] جنہوں نے اپنی آنکھوں سے مردوں کو زندہ ہوتے دیکھا[29] اور آسمانوں اور زمین کے رازوں کو جانا تاکہ یقین کے مقام پر پہنچ سکیں۔[30]

قرآنی روایت کی انفرادیت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کے پاس جاتے ہیں اور اس سے بات کرتے ہیں: "اے میرے پیارے بیٹے، بے شک میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں قربان کر رہا ہوں، تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟" حضرت اسماعیل علیہ السلام جواب دیتے ہیں، "اے میرے اباجی! جو آپ کو حکم دیا گیا ہے، وہ کریں، آپ مجھے ان شاءاللہ صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔"[31] حضرت اسماعیل علیہ السلام بلا ہچکچاہٹ تسلیم و رضا کا مظاہرہ کرتے ہیں، بجائے اس کے کہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارادوں سے لاعلم رکھ کر قربانی کی طرف لے جایا جائے۔ اسلامی روایت میں کوئی خفیہ چیز یا جبر نہیں ہے۔ یہ کہانی باپ اور بیٹے کے خدا کی مرضی پر اعتماد کا خوبصورت نمونہ ہے، جیسا کہ قرآن کہتا ہے، "جب وہ دونوں اللہ کے حکم کے آگے جھک گئے اور ابراہیم نے اسے پیشانی کے بل لٹا دیا، تو ہم نے پکارا، 'اے ابراہیم، تم نے خواب کو سچ کر دکھایا، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔"[32]

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں رقمطراز ہیں:

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی کا حکم دینے میں فائدہ یہ تھا کہ قربانی کا مقصد پورا ہو، بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ باپ اور بیٹا دونوں مکمل طور پر اللہ کے حکم کے آگے جھک جائیں۔ جب یہ فائدہ حاصل ہو گیا تو انسانی جان لینے کی ضرورت نہ رہی۔ لہٰذا، اللہ نے اُسے منسوخ کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کو ایک مینڈھا قربان کرنے کا حکم دیا۔ یہ اس معاملے کا صحیح اور شافی جواب ہے۔ اس حکمت میں اللہ کی رحمت اور محبت کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ کبھی اپنے بندوں کے لئے نقصان دہ چیز کا حکم نہیں دیتا۔"[33]

جمرات کی معنویت

---

[28] سورۃ البقرۃ: 260

[29] سورۃ الأنعام: 75

[30] سورۃ الصافات: 100-101

[31] سورۃ الصافات: 102

[32] سورۃ الصافات: 103-105

[33] Tallal M. Zeni, Ibn Qayyim al-Jawziyya on Knowledge: from Key to the Blissful Abode (Miftah Dar al-Sa'ada), p. Xxii. Cited as Miftah, p. 392.

جمرات، جنہیں "پتھروں کی جگہ" کہا جاتا ہے، مکہ کے قریب منیٰ میں تین مخصوص مقامات ہیں جہاں حاجی حج کے دوران جاتے ہیں اور وہاں تین ستونوں پر کنکریاں مارتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق، یہ رسم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعمال کی یادگار ہے جب وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی دینے کے لیے جا رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یقین ہو گیا تھا کہ اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اللہ کا حکم ہے۔ راستے میں شیطان نے تین بار ان کو روکنے کی کوشش کی اور ہر بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو پتھر مار کر اس کے وسوسوں کو رد کیا۔

کچھ حاجی یہ سمجھتے ہیں کہ جمرات پہ ماری جانے والی کنکریاں دراصل ہم شیطان کو جسمانی طور پر مار رہے ہیں، جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ یہ ایک علامتی عمل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل کی یاد دلاتا ہے۔ یہ عمل حاجیوں کو دنیا کی اُن اندرونی اور بیرونی برائیوں سے آگاہ رہنے کا اعادہ کرتا ہے جو ہمیں خدا اور نیکی سے دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ یہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ایمان اور اخلاص کو ہمیشہ بیرونی قوتوں کی طرف سے چیلنج کا سامنا کرنا پڑے گا، اور اس لئے مؤمن کو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے وقت جدوجہد کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

نتیجہ بحث

بطور انسان ہم اخلاقی اور روحانی طور پر آگے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اس ضمن میں کئی مشکلات کا سامنا بھی کرتے ہیں۔ شعائر کی علامتی زبان کے ذریعے، ہم اپنی زندگی میں ایک معانی کا جہان دریافت کرتے ہیں۔ جو ہماری خودی، ہماری ابتدا اور ہمارے مقصد کی بات کرتی ہے۔ سب سے عظیم سفر روحانی سفر ہے جو ہمیں خدا کی معرفت حاصل کرنے اور اپنی زندگی میں اس کا تجربہ کرنے کی طرف لے جاتا ہے۔ حج کا جسمانی سفر بہت سے مضبوط شعائر پر مشتمل ہوتا ہے جو ہمیں خدا اور ایک دوسرے کے ساتھ تعلق بارے آگاہی فراہم کرتا ہے۔ یہ ارکان و مناسک ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ ہماری اصل منزل جنت ہے اور یہ سفر ہمارے اپنے خالق کی معرفت اور اس کی قربت کے تجربے کے ذریعے پورا ہوتا ہے۔